فضیلتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

جناب محمد جنادہ نعمانی

کیا حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت ثابت نہیں؟

سیدنا حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما پر مطاعن ومثالب کی بھرمار کی جاتی ہے، کیے جانے والے اعتراضات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث موجود نہیں ہیں یا یہ کہ احادیثِ صحیحہ نہیں ہیں کہ جن سے آپ کی فضیلت ثابت ہوسکے۔ نہ جانے اس اعتراض کا مقصد کیا ہے؟ لیکن عام طور پر جس پیرائے میں یہ اعتراض اُچھالا جاتا ہے، اس سے مقصود ومراد واضح ہوجاتی ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بیان میں اول تو یہ بات خوب ذہن نشین رہنی چاہیے کہ وہ تمام فضائل ومناقب جو مطلقاً بغیر کسی تقیید وتخصیص کے مجموعی طور پر جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وارد ہوئے ہیں، ان کا مصداق جہاں پوری جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے، بعینہٖ اسی طرح ان فضائل وکرامات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی برابر کے شریک وسہیم ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان چند منتخب اور چنیدہ بختاور افراد میں سے ہیں جن کو بارگاہِ نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کتابتِ وحی کا منصب عطا تھا اور وہ وحیِ الٰہی لکھا کرتے تھے۔ بعض مفسرین کی تفسیر کے مطابق ان کاتبینِ وحی کی فضیلت، کرامت اور شرافت قرآنِ حکیم نے بیان کی ہے: ’’بِأَيْدِيْ سَفَرَةٍ، كِرَامٍ بَرَرَةٍ‘‘ (العبس: ۱۵، ۱۶) یعنی یہ قرآن ایسے لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہے جو باعزت، پاکباز اور نیکوکار ہیں۔

علاوہ ازیں خاص آپ رضی اللہ عنہ کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، سرِدست چند ایک پیشِ خدمت ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ.‘‘ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۴۲)

ترجمہ: ''اے اللہ! معاویہؓ کو دوسروں کے لیے راہبر و راہنما اور ہدایت یافتہ بنا اور ان کے ذریعے ہدایت پھیلا۔''

اس روایت کو خود امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے، اور حدیثِ حسن محدثین کے ہاں مقبول ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی:

''اللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ .''

(مسند احمد: ۲۸ / ۳۸۳، رقم الحدیث: ۱۷۱۵۲)

ترجمہ: ''اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ فرما۔''

اس حدیث کے بارے میں علّامہ عبدالعزیز پڑہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے صحت کا لکھا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قیمتی نصائح سے بہرہ ور فرمایا:

''حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ اُمَيَّةَ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّيْ، يُحَدِّثُ، اَنَّ مُعَاوِيَةَ، اَخَذَ الْإِدَاوَةَ بَعْدَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَتْبَعُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، وَاشْتَكٰى اَبُوْهُرَيْرَةَ، فَبَيْنَا هُوَ يُوَضِّئُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ رَاْسَهٗ إِلَيْهِ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ ، فَقَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ وُلِّيتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَاعْدِلْ .'' (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۹۳۳)

ترجمہ: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد پانی کا لوٹا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے، حضرت ابوہریرہؓ بیمار تھے، اس دوران کہ حضرت معاویہؓ رسول اللہ ﷺ کو وضو کروا رہے تھے، آنحضور ﷺ نے وضو کے دوران ہی ایک دو دفعہ اُن کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا: اے معاویہ! اگر تمہیں حکومت دی جائے تو تقویٰ اختیار کرنا اور عدل و انصاف سے کام لینا۔''

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور صحیح بخاری کے رواۃ ہیں۔

ایسی روایت بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں موجود ہے جو محدثین کے ہاں صحیح ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

''عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، اَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ، حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ اَتٰى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِيْ سَاحَةِ حِمْصَ وَهُوَ فِيْ بِنَاءٍ لَهٗ، وَمَعَهٗ اُمُّ حَرَامٍ، قَالَ:

عُمَيْرٌ، فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ: أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوْا، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنَا فِيْهِمْ؟ قَالَ: أَنْتِ فِيهِمْ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ، فَقُلْتُ: أَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: لَا.''

''عمیر بن اسود عنسی کہتے ہیں کہ حمص کے ساحل پر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنے مقام پر فروکش تھے اور آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ امِ حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بھی رفیقِ سفر تھیں، اس موقع پر جناب ام حرام رضی اللہ عنہا نے یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت کا پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا اس نے اپنے اوپر جنت واجب کرلی، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کی! یارسول اللہ! کیا میں ان میں شریک ہوں گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں شامل ہو، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر سے جہاد کرے گا، اس کی بخشش کردی جائے گی، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا مجھے اس میں شمولیت نصیب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔''

محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''محدثین کے نزدیک یہ ایک امر مسلم ہے کہ پہلی بار غزوۂ بحر جو ۲۷ھ میں پیش آیا تھا اور جس کو غزوۂ قبرص کہتے ہیں، اس میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ امِ حرام رضی اللہ عنہا شامل تھیں، اس بحری غزوہ کے امیر جیش حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی زوجہ محترمہ فاختہ رضی اللہ عنہا بنت قرضہ نامی ان کے ہم راہ تھیں، اس جیش کے حق میں زبانِ نبوت سے مژدہ ثابت ہے، فلہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور اس عالمِ فانی میں جنت کی خوشخبری اور وہ زبانِ نبوت سے یہ ایک نہایت سعادت مندی ہے، پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں عدمِ فضیلت کا قول کسی طرح درست نہیں۔'' (سیرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ۱/۲۶۶، دار الکتاب، ۲۰۰۷ء)

حضرت مولانا محمد نافع صاحب قدّس سرُّہ اسی طعن کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اگر عدمِ صحت سے مراد یہ ہے کہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں تو یہ قول درست نہیں، کیونکہ متعدد روایات جو درجۂ حسن میں ہیں، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں موجود اور ثابت ہیں، اگرچہ ان کا استناد اصطلاحی صحت کے درجہ سے کم ہے، اور جو روایات درجۂ حسن میں ہوں

وہ محدثین کے نزدیک مقبول ہیں اور ان سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں، یہ قاعدہ عند العلماء تسلیم شدہ ہے۔'' (سیرتِ امیر معاویہؓ: ۲/۲۶۲)

صاحب النبراس علّامہ عبدالعزیز پڑہارویؒ (المتوفی: ۱۲۳۹ھ) اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''فأحد المطاعن فيه هو أن بعض المحدثين ومنهم المجد الشيرازي في سفر السعادة، قالوا: لم يصح في فضائله حديث. وكذا عنوان البخاري حديث ابن أبي مليكة. قوله: "ذكر معاوية" لا بالمناقب والفضل كما فعل في غيره. والجواب أنهٗ مر حديثان أحدهما من مسند أحمد والآخر من سنن الترمذي. فإن أريد بعدم الصحة عدم الثبوت فهو مردود لما مر بين المحدثين، فلا ضير، فإن فسحتها ضيقة، وعامة الأحكام والفضائل إنما تثبت بالأحاديث الحسان لعزة الصحاح. ولا ينحط ما في المسند والسنن عن درجة الحسن. وقد تقرر في فن الحديث جواز العمل بالحديث الضعيف في الفضائل، فضلا عن الحسن. وقد رأيت في بعض الكتب المعتبرة من كلام الإمام مجد الدين ابن الأثير صاحب ميزان الجامع: حديث مسند أحمد في فضيلة معاويةؓ صحيح، إلا أني لا أستحضر الكتاب في الوقت. ولم ينصف الشيخ عبد الحق الدهلوي في شرح سفر السعادة، فإنهٗ أقر كلام المصنف ولم يتعقبه كتعقبه على سائر تعصباته. وأما الجواب عما فعله البخاري، فإنهٗ تفنن في الكلام، فإنهٗ فعل كذا في أسامة بن زيد وعبدالله بن سلام وجبير بن مطعم بن عبد الله، فذكر لهم فضائل جليلة معنونة بالذكر.''

(الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاويةؓ، ص: ۶۷، ۶۸، ط: غراس، کویت)

یعنی ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض یہ بھی ہے جو بعض محدثین مثلاً مجد شیرازی نے سفر السعادہ میں کیا ہے، چنانچہ یہ کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے، نیز امام بخاریؒ نے بھی حدیث ابن ملیکہ پر بجائے ''المناقب'' اور ''الفضل'' کے ''ذکر معاویہؓ'' کا عنوان قائم کیا ہے، (جس سے ان کی فضیلت کے وارد نہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے) جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں دو احادیث گزر چکی ہیں: ایک مسند احمد کی اور دوسری سنن ترمذی کی۔ اگر عدمِ صحت سے مراد یہ ہے کہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں تو یہ قول درست نہیں، اور اگر صحت سے صحتِ مصطلحہ عند المحدثین مراد ہے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کا دائرہ تنگ ہے۔

احادیثِ صحیحہ کی قلت کی وجہ سے بیشتر شرعی احکام اور فضائل حسن درجہ کی احادیث سے ثابت ہوتے ہیں، اور مسند اور سنن کی روایت درجۂ حسن سے کم نہیں ہے، نیز فنِ حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ فضائل میں تو حدیثِ ضعیف پر بھی عمل کیا جاتا ہے، چہ جائیکہ حدیثِ حسن، (حدیثِ ضعیف پر عمل کا یہ قاعدہ عام نہیں ہے، بلکہ اس میں تفصیلات ہیں جو کتبِ اصولِ حدیث میں موجود ہیں) جبکہ میں نے کسی معتبر کتاب میں صاحبِ میزان الجامع علامہ مجد الدین بن الاثیرؒ کی یہ بات دیکھی ہے کہ فضیلتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ میں مسند کی روایت صحیح ہے، مگر اس وقت کتاب مستحضر نہیں، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''شرح سفر السعادۃ'' میں انصاف نہیں فرمایا، بلکہ مصنف کے کلام کو ثابت کردیا ہے اور اس پر گرفت نہیں کی، جیسا کہ وہ ان کے دیگر تمام تعصّبات پر گرفت فرماتے رہے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ عمل کا جواب یہ ہے کہ وہ تفننِ کلام کے طور پر ہے کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم کے تذکرہ میں بھی یہی انداز اختیار کیا ہے، پھر ''ذکر'' ہی کے عنوان پر ان کے عظیم الشان فضائل لائے ہیں۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات جب پہلے بعض حضرات نے کہی اور لکھی ہے تو اگر ہم نے کہہ دی تو کون سی ایسی بات ہے؟ جواب بہت صاف اور سادہ ہے کہ وہاں طعن وتنقید کے پیرائے میں نہیں ہے، اس کے باوجود علماءِ اہل السنۃ نے قبول نہیں کیا، جبکہ یہاں تو ایک مستقل محاذ کھولا جارہا ہے اور بطورِ طعن وتشنیع یہ اعتراض اُچھالا جارہا ہے، نیز کسی بھی صحابیؓ کے نام کے ساتھ فضیلت کا وارد نہ ہونا اور بات ہے، جبکہ اس چیز کو بنیاد بناکر کسی صحابیؓ کو موضعِ طعن بنانا اور اس سے ان کی شخصیت پر جرح وقدح کرنا اور بات ہے، کیونکہ جماعتِ صحابہ کرامؓ میں بے شمار صحابہؓ ایسے ہیں کہ خاص ان کے بارے میں کوئی خاص فضیلت وارد نہیں ہوئی، مگر کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی فی الجملہ فضیلت کا بھی انکار کردیا جائے؟ اور ان کے خلاف طعن وتشنیع اور تنقید کا بازار گرم کردیا جائے؟

علامہ پرہارویؒ فضیلتِ سیدنا معاویہؓ میں احادیث لانے سے پہلے بطورِ تمہید فرماتے ہیں:

''اعلم أن صحابته الكرام مائة ألف وأربعة عشر ألفا كالأنبياء، ومن ورد فيه أحاديث الفضائل أشخاص معدودة، وكفى بالصحبة فضلا للباقي، لترتب الفضائل العظيمة عليها مما نطق به الكتاب والسنة. فإن فقدت أحاديث الفضائل لبعضهم أو قلّت فلا إجحاف به.''

(الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاويةؓ، ص:۳۸)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح ایک لاکھ چودہ ہزار تھے

(تقریباً)، اور جن کے فضائل ومناقب میں احادیث وارد ہوئی ہیں، وہ گنتی کے حضرات ہیں، باقی حضرات کی فضیلت کے لیے صحبتِ رسول ﷺ ہی کافی ہے، کیونکہ صحابیت کے بڑے فضائل ومحامد ہیں، جن پر قرآن وسنت ناطق اور گواہ ہیں، لہٰذا اگر کسی صحابیؓ کی فضیلت میں احادیث نہ ہوں یا کم ہوں تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔‘‘

مزید فرماتے ہیں:

’’وأقول قد صرح علماء الحديث بأن معاوية رضي الله عنه من كبار الصحابةؓ ونجبائهم ومجتهديهم ولو سلّم أنه من صغارهم فلاشك في أنهٗ دخل في عموم الأحاديث الصحيحة الواردة في تشريف الصحابة رضي الله عنهم، بل قد ورد فيه بخصوصهٖ أحاديث لقوله عليه الصلاة والسلام: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ" رواه الترمذي و قوله عليه الصلاة والسلام اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْحِسَابَ و الْكِتَابَ وَ قِهِ الْعَذَابَ. رواه أحمد وماقيل: من أنه لم يثبت في فضلهٖ حديث فمحل نظر.‘‘ (النبراس،ص۳۳۰،امدادیہ،ملتان)

ترجمہ: ’’محدثین نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کبار، معزز اور مجتہد صحابہ کرامؓ میں سے ہیں اور اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ وہ صغار صحابہؓ میں سے ہیں تو اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ فضیلتِ صحابہؓ میں وارد صحیح احادیث کے عموم میں داخل اور شامل ہیں، بلکہ خاص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بھی احادیث موجود ہیں ....اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت نہیں ہے، یہ بات محل نظر ہے۔‘‘

احادیثِ بالا وعباراتِ مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت بھی احادیثِ صحیحہ اور احادیثِ حسان سے ثابت ہے۔

ثانیاً: اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، بلکہ احادیثِ ضعیفہ ہیں تو محدثین کے ہاں یہ مسلّم ضابطہ ہے کہ حدیث ضعیف اگر کئی طرق سے مروی ہو تو وہ درجۂ ضعف سے نکل کر درجۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

علاوہ ازیں کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت اور اعزاز کے لیے یہ بات ناکافی ہے کہ وہ صحابیِ رسول ہیں؟ اور صحابیِ رسول کے بالاتر از تنقید ہونے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اسے صحبتِ رسول (ﷺ) میسر ہے؟

اس بات کا اندازہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے تعدادِ وتر کے مسئلہ میں سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے اور موقف رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد حضرت ابن عباسؓ جو خود اونچے درجے کے صحابی، مفسر اور عالم تھے، انہوں نے فرمایا کہ: ان کے بارے میں کچھ مت کہو، کیونکہ بلاشبہ و بالتحقیق وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے درست کہا، لاریب وہ فقیہ مجتہد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

''عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، قَالَ: اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ، وَعِنْدَهٗ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: دَعْهُ فَإِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.'' (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ذکر معاویہؓ، رقم: ۳۷۶۴)

''ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی، وہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام بھی موجود تھے، انہوں نے آکر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتلایا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ: انہیں کچھ مت کہو، بلاشبہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت اتنا عظیم شرف ہے کہ ان کے بارے میں رائے زنی کی مجال نہیں، چنانچہ علامہ عینیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''(دعه)، أي: اترك القول فيه والإنكار عليه، فإنهٗ صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وإنهٗ عارف بالفقه.'' (عمدۃ القاری، ج:۱۶، ص:۲۴۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: ''ان پر رائے زنی اور اعتراض نہ کرو کہ وہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فقہ واجتہاد کے عالم ہیں۔''

''عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: "هَلْ لَكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّهٗ مَا اَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ: اَصَابَ، إِنَّهٗ فَقِيْهٌ.''

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ذکر معاویہؓ، رقم: ۳۷۶۵)

''ابن ابی ملیکہ سے ہی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا گیا کہ آپ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ فرمائیں گے کہ انہوں نے وتر ایک رکعت ہی پڑھی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ: انہوں نے درست کیا ہے، بے شک وہ فقیہ ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر فقہی نقد سے بھی منع فرمارہے ہیں، باوجودیکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے مختلف تھا، جیسا کہ ملاعلی قاریؒ نے اس کی تصریح کی ہے:

’’(فأتى ابن عباس فأخبرهٗ، فقال: دعه) ، أي اتركه ولا تعترض عليه بالإنكار (فإنهٗ قد صحب النبي صلى الله عليه وسلم)قال الطيبي، أي فلايفعل إلا ما رآه، يعني: ولعلهٗ رأى ما لم ير غيرهٗ وأصحابهٗ كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم، وهم عدول ولا يفعلون شيئا من تلقاء أنفسهم، لكن الحديث صريح في كون معاوية شاذا منفردا عن سائر الصحابةؓ.‘‘

(مرقاۃ المفاتیح، ج:۳،ص:۹۵۴،رقم:۱۲۷۷)

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام نے آکر جب انہیں یہ بتلایا (کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر ادا فرمائی ہے) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ: انہیں کچھ مت کہو، یعنی انہیں چھوڑ دو اور ان پر اعتراض نہ کرو، کیونکہ انہیں شرفِ صحابیت حاصل ہے۔ علّامہ طیبیؒ (شارحِ مشکاۃ) فرماتے ہیں کہ: (مطلب یہ تھا کہ وہ صحابی رضی اللہ عنہ ہیں) لہٰذا وہی کریں گے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ انہوں نے کچھ ایسا دیکھا ہو جو کسی اور نے نہ دیکھا ہو اور اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کا بھی اتباع کروگے راہ یاب ہوں گے، نیز وہ عادل ہیں، کچھ بھی اپنی طرف سے نہیں کرتے، لیکن یہ حدیث اس بات میں صریح ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اس عمل میں باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منفرد تھے۔‘‘

اس حدیث مبارک سے دو امر مستفاد ہوئے: ❶ - حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلتِ صحبت، ❷ - اس فضیلتِ صحابیت کی وجہ سے تنقید سے بالاتر ہونا۔

مولانا محمد معاویہ سعدی (مظاہر علوم، سہارن پور) تحریر فرماتے ہیں:

’’فضائل کا باب تو ایک اضافی چیز ہے، نہ معلوم کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن، بناتِ طیبات رضی اللہ عنہن بلکہ بہت سے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ذواتِ قدسیہ ایسی ہیں کہ ان کے نام اور شخصیت کی تعیین کے ساتھ کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی تو اس میں نقص کون سا ہے؟ کیا کسی ذات کی فضیلت کے لیے تنہا اس کا نبی یا صحابی ہونا کافی نہیں؟۔‘‘

(حرمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم، ص:۷۴، مکتبہ دار السعادۃ، سہارن پور، ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۸ء)

علاوہ ازیں اقوالِ سلف صالحین سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت و مقام آفتابِ نیم روز کی طرح روشن اور عیاں ہے۔ مشہور مؤرخِ اسلام علّامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ محدثِ کبیر حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و رفاقت میں جہاد کرتے ہوئے جو مٹی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ناک میں گئی، اس مٹی کے ذرے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہیں۔

(البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، صفحہ: ۱۳۹)

نیز یہ بھی آپ کی عظمت و شرافت کی دلیل ہے کہ آپؓ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت و رشتہ داری بھی حاصل ہے، آپ کی ہمشیرہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرمِ وزوجیت میں تھیں، یوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی ٹھہرے، اور ایمان و عمل کے ساتھ قرابتِ رسول بھی بہت بڑا شرف ہے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے ایسے اعتراضات کی وجہ بیان فرمائی ہے:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیاسی موقف چونکہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف اور جمہور اہل السنۃ کے نزدیک حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اس لیے ان کے مخالفین بالخصوص روافض کو ان کے خلاف پروپیگنڈے کا موقع مل گیا، اور ان کے خلاف الزامات واتہامات کا طور مار لگا دیا گیا جس میں ان کے فضائل ومناقب چھپ کر رہ گئے، ورنہ وہ ایک جلیل القدر صحابیؓ، کاتبِ وحی اور ایسے اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے کہ آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔'' (جہان دیدہ، ص: ۳۰۳)

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیا جانے والا یہ اعتراض خلافِ حقیقت ہے، اگر بالفرض صحیح روایات موجود نہ بھی ہوتیں تو شانِ صحابیت کے ہوتے ہوئے اس سے کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا کہ جسے بنیاد بنا کر آپؓ پر بھونڈے اور رکیک مطاعن کا دروازہ کھولا جائے۔

حقیقت اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں صحیح اور حسن درجہ کی روایات، نیز مؤیدات اور اقوالِ سلف موجود ہیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....